Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 04, October - December 2025, **PP**: 194-217
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

مصنوعی ذہانت سے متعلق اخلاقی خدشات اور مذہبی رہنمائی: ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

Ethical Concerns Regarding Artificial Intelligence and Religious Guidance: A Critical and Analytical Study

1. Muhammad Haroon m.haroon2021@outlook.com	*Ph.D. Scholar,* *Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*
2. Dr. Farhat Naseem Alvi farhat.naseem@uos.edu.pk	*Associate Professor,* *Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*

How to Cite: Muhammad Haroon and Dr. Farhat Naseem Alvi. 2025: "Ethical Concerns Regarding Artificial Intelligence and Religious Guidance: A Critical and Analytical Study". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (04): 194-217.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
02-12-2025	28-12-2025	31-12-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مصنوعی ذہانت سے متعلق اخلاقی خدشات اور مذہبی رہنمائی: ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

Ethical Concerns Regarding Artificial Intelligence and Religious Guidance: A Critical and Analytical Study

1. **Muhammad Haroon**
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
m.haroon2021@outlook.com

2. **Dr. Farhat Naseem Alvi**
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
farhat.naseem@uos.edu.pk

Abstract

Religion has long served as a foundational force in human history, shaping moral frameworks that define responsibility, justice, good and evil, and human dignity. Unlike purely secular systems, religious ethics extends beyond outward actions and places strong emphasis on intention, spiritual consciousness, and ultimate accountability. It evaluates human behavior through an inner moral lens in which sincerity, ethical awareness, and purpose determine the true value of actions. Major world religions, including Islam, Christianity, Judaism, Hinduism, and Buddhism, consistently emphasize the sacred nature of human moral agency. In Islam, the concept of Khalīfat Allāh fī al-Arḍ portrays human beings as God's representatives on earth, entrusted with moral responsibility, while the prophetic principle "Innamā al-a'māl bi al-niyyāt" ("Actions are judged by intentions") highlights the centrality of intention in ethical conduct. Similarly, Christianity's doctrine of Imago Dei and Judaism's concept of Tzelem Elohim affirm that human beings possess rationality as well as a profound moral and spiritual conscience. In Hinduism and Buddhism, concepts such as karma, consciousness, and ātman situate human actions within a broader spiritual and moral order in which awareness and intention are essential to ethical judgment. In contrast, artificial intelligence (AI) operates through data processing, algorithms, and computational logic, lacking consciousness, intentionality, and spiritual awareness qualities that are central to religious moral reasoning. Although AI systems can process vast amounts of information and generate efficient outcomes, their non-sentient and non-volitional nature raises important concerns regarding moral autonomy. This prompts critical questions: can decisions derived solely from data truly be regarded as moral? Can AI comprehend complex ethical distinctions such as justice and injustice, mercy and cruelty, or determine when compassion, flexibility, or strictness is ethically required? This study seeks to critically examine the relationship between religious ethical principles and artificial intelligence by exploring areas of tension, conflict, and potential harmony. Drawing upon core values shared across religious traditions, such as justice, mercy, intention, public welfare, and human dignity, it evaluates whether AI can operate within a religious ethical framework or whether its role must remain fundamentally limited. Through engagement with religious teachings, classical scholarship, and contemporary academic discourse, this paper also aims to encourage an interfaith dialogue capable of guiding the ethical development and application of AI in a manner consistent with enduring spiritual and human values.

Keywords: *Ethical Challenges, Religious Ethics, Religious Guidance, Artificial Intelligence (AI), Moral Responsibility, Human Dignity.*

تمہید

مذہب تاریخِ انسانی کا وہ بنیادی ستون ہے جس نے انسان کے اخلاقی شعور، ذمہ داری کے احساس اور خیر و شر کے معیارات کو متعین کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ انسانی تہذیب کے ارتقاء میں مذہبی تعلیمات نے نہ صرف فرد کے اعمال و افکار کی رہنمائی کی بلکہ اجتماعی زندگی کے لیے بھی ایسے اصول فراہم کیے جن کی بنیاد عدل، رحم، دیانت اور انسانی وقار پر استوار ہے۔ مذہبی اخلاقیات کا امتیاز یہ ہے کہ وہ محض ظاہری افعال تک محدود نہیں رہتیں بلکہ انسان کی نیت، ارادہ اور باطنی کیفیت کو بھی فیصلہ کن حیثیت دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب میں اخلاقی قدر و قیمت کا تعین صرف نتائج سے نہیں بلکہ نیت اور روحانی وابستگی سے بھی کیا جاتا ہے۔

دنیا کے بڑے مذاہب بالخصوص اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت نے انسان کے مقام و مرتبے کو ایک مقدس تناظر میں بیان کیا ہے۔ اسلام میں انسان کو "خليفة الله في الارض" قرار دے کر اسے زمین پر ذمہ دار اور جواب دہ ہستی کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں ہر عمل کی بنیاد نیت پر رکھی گئی ہے۔ اسی طرح عیسائیت میں "Imago Dei" کا تصور اس امر کو واضح کرتا ہے کہ انسان خدا کی صورت پر تخلیق ہوا ہے، لہٰذا وہ اخلاقی ادراک اور روحانی شعور کا حامل ہے۔ یہودیت میں "Tzelem Elohim" کا نظریہ بھی اسی حقیقت کی توثیق کرتا ہے کہ انسان ایک باوقار اور اخلاقی ذمہ داری رکھنے والی مخلوق ہے۔ دوسری جانب ہندومت اور بدھ مت میں کرم، آتما، اور شعور کے تصورات انسانی اعمال کو ایک گہرے روحانی اور اخلاقی نظام سے جوڑتے ہیں، جہاں ہر عمل کے اثرات نہ صرف مادی بلکہ روحانی سطح پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس مصنوعی ذہانت ایک ایسی تخلیق ہے جو ڈیٹا، الگورتھمز اور ریاضیاتی ماڈلز پر مبنی ہے۔ یہ نہ تو شعور رکھتی ہے، نہ نیت، اور نہ ہی روحانی ادراک۔ مصنوعی ذہانت کے فیصلے بظاہر منطقی اور مؤثر ہو سکتے ہیں، مگر ان میں وہ باطنی گہرائی اور اخلاقی حساسیت موجود نہیں ہوتی جو انسانی یا مذہبی اخلاقیات کا خاصہ ہے۔ یہی بنیادی فرق اس سوال کو جنم دیتا ہے کہ آیا مصنوعی ذہانت کے ذریعے کیے جانے والے فیصلوں کو حقیقی معنوں میں "اخلاقی" قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا ایک ایسی ہستی جو نہ ارادہ رکھتی ہو اور نہ ہی جواب دہی کا شعور، وہ عدل، رحم یا ظلم جیسے پیچیدہ اخلاقی تصورات کو سمجھ سکتی ہے؟ مزید برآں جب مصنوعی ذہانت کو حساس شعبوں جیسے عدلیہ، طب، معیشت یا مذہبی رہنمائی میں استعمال کیا جاتا ہے، تو یہ سوال اور بھی اہم ہو جاتا ہے کہ کیا ایسی ٹیکنالوجی پر انحصار انسانی اور مذہبی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں۔ کیا مصنوعی ذہانت کسی فتویٰ، اخلاقی فیصلے یا انسانی جان و مال سے متعلق حساس معاملات میں قابلِ اعتماد رہنمائی فراہم کر سکتی ہے؟ یا پھر اس کی حدود کو تسلیم کرتے ہوئے اسے محض ایک معاون آلے کے طور پر محدود رکھنا زیادہ مناسب ہے؟ زیرِ نظر مقالہ انہی بنیادی سوالات کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس میں مختلف مذاہب کے اخلاقی اصولوں جیسے انصاف، رحم، نیت، نفعِ عامہ اور انسانی وقار کو بنیاد بنا کر مصنوعی ذہانت کے ساتھ ان کے تعلق، تضاد اور ممکنہ ہم آہنگی کا مطالعہ کیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی متون، علما کی آراء اور جدید اسکالرز کے تجزیات کو حوالہ جاتی انداز میں شامل کیا جائے گا تاکہ ایک ایسا جامع اور بین المذاہب مکالمہ تشکیل دیا جا سکے جو نہ صرف علمی معیار پر پورا اترے بلکہ مصنوعی ذہانت کی ترقی کو انسانی روحانیت اور اخلاقیات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرے۔

مذہبی اخلاقیات کا بنیادی تصور

مذہبی اخلاقیات (Religious Ethics) وہ اصولی نظام ہے جو مختلف مذاہب میں انسان کے افعال، نیت اور فیصلوں کو خیر و شر، حلال و حرام اور عدل و ظلم جیسے بنیادی اخلاقی معیارات کے تحت جانچتا ہے۔ یہ اخلاقیات محض معاشرتی معاہدات یا سیکولر

اصولوں پر مبنی نہیں ہوتیں، بلکہ الٰہی ہدایت، آسمانی کتابوں، نبیوں کی تعلیمات اور روحانی بصیرت پر قائم ہوتی ہیں۔ مذہبی اخلاقیات میں نہ صرف اعمال بلکہ نیت، مقصد اور انجام کے ساتھ ساتھ انسان کے روحانی ارتقاء اور خدا سے تعلق کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ اخلاقیات عالمگیر نوعیت کی حامل ہوتی ہیں اور ان کا مقصد انسان کو محض معاشرتی فلاح نہیں بلکہ روحانی نجات کی جانب گامزن کرنا ہوتا ہے۔ تقریباً تمام مذاہب اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت چند مشترک اخلاقی اصولوں پر متفق نظر آتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

انسانی وقار اور احترام

انسانی وقار اور احترام (Human Dignity) کا تصور تمام بڑے عالمی مذاہب کی بنیادی اخلاقی تعلیمات میں مرکزی مقام رکھتا ہے۔ یہ تصور صرف جسمانی آزادی یا قانونی حق نہیں، بلکہ روحانی عظمت، فطری شرافت اور اخلاقی برتری کا مجموعہ ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ مصنوعی ذہانت جیسے جدید ٹیکنالوجی کے میدان میں یہ سوال خاص اہمیت رکھتا ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت انسانی وقار کے احترام کو برقرار رکھتا ہے؟ اور اگر مصنوعی ذہانت کسی انسان کی شناخت، اختیار، یا روحانی مقام کو چیلنج کرتا ہے تو کیا یہ دینی اور اخلاقی لحاظ سے قابلِ قبول ہے؟ اس ضمن میں مختلف مذاہب کی تعلیمات درج ذیل ہیں:

اوّل: اسلام میں انسانی وقار

اسلام انسان کو اللہ کی تخلیق کا اشرف تصور کرتا ہے، جسے عقل، شعور اور روحانی بصیرت عطا کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔"[1]

اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انسانی وقار الٰہی عطا ہے جو کسی قوم، نسل یا رنگ سے مشروط نہیں۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، علم، ظاہری حسن اور زمین پر خلافت دے کر دیگر مخلوقات پر فضیلت عطا کی۔[2] اس تناظر میں اگر مصنوعی ذہانت انسان کی شناخت، خودمختاری، یا فیصلے کے حق کو چیلنج کرے تو یہ قرآن کے بیان کردہ "تکریم انسان" کے اصول کے خلاف ہوگا۔

دوم: عیسائیت میں انسانی وقار

عیسائی عقیدے کے مطابق، ہر انسان خدا کی شبیہ پر پیدا کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ انسان کو ایک مقدس و محترم ہستی کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے:

"So, God created man in His own image..."[3]

سو خدا نے انسان کو اپنی شبیہ میں پیدا کیا۔

مشہور مسیحی فلسفی Thomas Aquinas انسانی وقار کے بارے میں لکھتے ہیں:

“Human dignity derives from man’s rational soul and his capacity to know and love God.”[4]

انسانی وقار انسان کی عقلی روح اور خدا کو جاننے اور اُس سے محبت کرنے کی صلاحیت سے حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا، انسان کے وقار کو صرف جسمانی آزادی تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ اُس کے روحانی تعلق، نیت اور اخلاقی فہم پر بھی مشتمل ہے جو کسی مصنوعی ذہانت میں موجود نہیں ہو سکتا۔

سوم: یہودیت میں انسانی وقار

یہودیت میں "Tzelem Elohim" (צֶלֶם אֱלֹהִים) کا تصور انسانی وقار کا مرکزی ستون ہے۔ یہ تصور بتاتا ہے کہ ہر انسان خدا کی شبیہ پر تخلیق کیا گیا ہے، جس کی بنا پر اس کی جان، عزت اور آزادی مقدس ہیں:

> "Whoever destroys a soul, it is considered as if he destroyed an entire world."[5]

جو کوئی ایک جان کو ہلاک کرتا ہے، تو یہ ایسا ہے گویا اُس نے پوری انسانیت کو ہلاک کر دیا۔

Rabbi Jonathan Sacks لکھتے ہیں:

> "The concept of human dignity in Judaism means that every life is sacred and irreplaceable, and technology must never compromise that sanctity."[6]

یہودیت میں انسانی وقار کا تصور یہ ہے کہ ہر زندگی مقدس اور بے بدل ہے، اور ٹیکنالوجی کو کبھی بھی اس تقدس کو مجروح نہیں کرنا چاہیے۔

مصنوعی ذہانت کے استعمال میں اگر انسانی انفرادیت یا اختیار مجروح ہو تو یہ یہودی اصولوں کی خلاف ورزی ہوگی۔

چہارم: ہندومت میں انسانی وقار

ہندومت میں ہر انسان میں آتما (Ātma) ہوتی ہے جو برہمن یعنی کائناتی روح کا حصہ ہے۔ اس بنا پر ہر انسان الوہی جوہر کا حامل ہے اور اسی لیے وہ احترام و تکریم کا مستحق ہے:

> "Atman is Brahman – the self is the divine."[7]

آتمان ہی برہمن ہے یعنی انسان کی حقیقی ذات ہی الٰہی حقیقت ہے۔

مشہور ہندو فلسفی Adi Shankaracharya لکھتے ہیں:

> "Realization of the self is realization of the divine. To respect another is to respect the divine within them."

اپنی ذات کی پہچان دراصل الٰہی حقیقت کی پہچان ہے۔ کسی دوسرے کا احترام کرنا، اُس کے اندر موجود خدائی جوہر کا احترام کرنا ہے۔

اگر کوئی ٹیکنالوجی انسانی "آتما" کی شناخت کو مسخ کرے، یا روحانیت کو میکانیکی منطق سے بدلنے کی کوشش کرے، تو یہ ہندومت کے وقارِ انسان کے اصول کے منافی ہوگا۔

پنجم: بدھ مت میں انسانی وقار

بدھ مت کے مطابق، ہر ذی حیات کو کرونا (Karunā) یعنی رحم اور میٹا (Mettā) یعنی خیر خواہی سے برتنے کی تعلیم دی

گئی ہے۔ ہر جاندار کو تکلیف سے بچانا اور اس کے وقار کا خیال رکھنا بدھ مت کی اخلاقی تعلیمات کا مرکز ہے۔ بدھ دھرم میں یہ کہا جاتا ہے:

"All beings tremble before violence. All fear death. See yourself in others. Then whom can you hurt?"[8]

تمام مخلوقات تشدد سے کانپ اٹھتی ہیں۔ سب کو موت کا خوف ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں میں دیکھو، پھر تم کس کو تکلیف پہنچا سکتے ہو؟

Dalai Lama کہتے ہیں:

"Human dignity is the basis of compassion. Technology must never replace our humanity."[9]

انسانی وقار، ہمدردی کی بنیاد ہے۔ ٹیکنالوجی کو کبھی بھی ہماری انسانیت کی جگہ نہیں لینی چاہیے۔

انسانی وقار ایک مشترکہ مذہبی اصول ہے جو تمام آسمانی اور روحانی مذاہب میں روحانیت، شعور، اختیار اور اخلاقی ذمہ داری پر مبنی ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت ایسی ٹیکنالوجی بن جائے جو انسان کی شناخت، آزادی، یا اخلاقی وقار کو چیلنج کرے، تو یہ صرف ایک سائنسی معاملہ نہیں رہے گا، بلکہ ایک اخلاقی، روحانی اور مذہبی خطرہ بن جائے گا۔ اس لیے مصنوعی ذہانت کی ترقی اور اطلاق میں انسانی وقار کے ان مذہبی اصولوں کو ہر حال میں مقدم رکھنا لازم ہے۔

عدل و انصاف

عدل و انصاف تمام آسمانی اور روحانی مذاہب میں ایک مرکزی اخلاقی اصول کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جو انسانی معاشرے کے قیام، استحکام اور اخلاقی توازن کی ضمانت دیتا ہے۔ عدل کا مطلب نہ صرف حقوق کی ادائیگی اور ظلم سے اجتناب ہے، بلکہ اس کا دائرہ رحم، توازن، نیت اور سیاق و سباق تک پھیلتا ہے۔ عدل کو محض قانونی یا عدالتی تقاضا نہیں بلکہ ایک روحانی اور دینی ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ذیل میں مختلف مذاہب میں عدل کے تصور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اوّل: اسلام میں عدل کا تصور

اسلامی تعلیمات میں عدل نہ صرف معاشرتی زندگی کا ستون ہے بلکہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت بھی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[10]

یقیناً اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

یہ آیت نہ صرف عدل کی اہمیت کو واضح کرتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ عدل محض قانون کی پابندی نہیں بلکہ احسان اور رحم کے ساتھ ہو۔ مزید فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔"[11]

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہ بنو۔

مشہور مفسر امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عدل سے مراد صرف دوسروں کے حقوق کا تحفظ نہیں، بلکہ نیت، رحم اور اللہ کے خوف کے ساتھ ہر عمل میں انصاف کرنا ہے۔[12]

دوم: عیسائیت میں عدل کا تصور

مسیحی تعلیمات میں عدل اور رحم کو ساتھ ساتھ رکھا گیا ہے۔ Micah 6:8 میں ایک واضح اور جامع اصول بتایا گیا:

"He has shown you, O man, what is good; and what does the LORD require of you but to do justice, and to love mercy, and to walk humbly with your God?"[13]

اے انسان! تمہیں دکھا دیا گیا ہے کہ بھلائی کیا ہے، اور خداوند تم سے کیا چاہتا ہے؟ صرف یہ کہ تم انصاف کرو، رحم سے محبت رکھو، اور اپنے خدا کے ساتھ عاجزی سے چلو۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عدل، رحم اور تواضع کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور مسیحی فلسفی Reinhold Niebuhr لکھتے ہیں:

"Justice is the instrument of love in a sinful world."[14]

عدل، ایک گناہوں سے بھرپور دنیا میں محبت کا عملی ذریعہ ہے۔

یعنی عدل کو محبت کا عملی پہلو سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر ایسے معاشروں میں جہاں گناہ، ظلم اور ناانصافی عام ہو۔

سوم: یہودیت میں عدل کا تصور

یہودی تعلیمات میں عدل کو تورات کا مرکزی اصول قرار دیا گیا ہے۔ سب سے مشہور آیت جو عدل کی اہمیت کو دوہرا کر بیان کرتی ہے، وہ یہ ہے:

"Justice, justice, shall you pursue."[15]

انصاف، اور صرف انصاف ہی کا تمہیں پیچھا کرنا چاہیے۔

اس آیت میں "justice" کو دہرا کر بیان کرنے کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ عدل صرف مقصد نہیں، بلکہ طریقہ کار بھی عدل پر مبنی ہونا چاہیے۔ مشہور یہودی اسکالر Rabbi Abraham Joshua Heschel کے مطابق انصاف صرف ایک قدر نہیں بلکہ یہ خدا کی مرضی کا تقاضا ہے۔[16] یہودیت میں Tzedek (عدل) اور Mishpat (انصاف) دو الگ مگر مربوط تصورات ہیں۔ Tzedek عدلِ عمومی ہے، جبکہ Mishpat قانونی انصاف کی صورت ہے۔

چہارم: ہندومت میں عدل کا تصور

ہندومت میں عدل کا تصور دھرم (Dharma) سے جڑا ہوا ہے۔ دھرم کا مطلب ہے وہ نظام جو کائنات کو قائم رکھتا ہے۔ اس میں عدل، فرض، توازن اور حقیقت سب شامل ہیں۔ بھگوت گیتا میں کرشن ارجن سے کہتے ہیں:

"Whenever dharma declines and adharma rises, I manifest myself to restore dharma."[17]

جب بھی دھرم کمزور پڑتا ہے اور اَدھرم بڑھنے لگتا ہے تو میں دھرم کی بحالی کے لیے ظاہر ہوتا ہوں۔

پنجم: بدھ مت میں عدل کا تصور

بدھ مت میں عدل کو کرم (Karma) اور دھرم (Dhamma) سے جوڑا جاتا ہے۔ عدل کا مطلب ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ ضرور ملے گا یہی کائناتی انصاف ہے۔ Dhammapada میں مہاتما بدھ کہتے ہیں:

"What we have today comes from our thoughts of yesterday, and our present thoughts build our life of tomorrow: Our life is the creation of our mind."[18]

"آج ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ کل کے ہمارے خیالات کا نتیجہ ہے، اور ہمارے آج کے خیالات ہمارے کل کی زندگی کی بنیاد رکھتے ہیں، ہماری زندگی ہمارے ذہن کی تخلیق ہے۔"

بدھ مت میں عدل کا مطلب ہے نرمی سے فیصلہ کرنا، بے تعصب ہو کر برتاؤ کرنا اور اپنے اعمال کی ذمہ داری لینا۔ عدل تمام مذاہب کا نقطۂ آغاز اور نکتۂ عروج ہے۔ چاہے وہ اسلامی قسط ہو، عیسائی رحم کے ساتھ عدل ہو، یہودی مطلق انصاف ہو، ہندو دھرم ہو یا بدھ مت کا کرم سب اس بات پر متفق ہیں کہ ایک ایسا معاشرہ جہاں عدل نہ ہو، وہاں نہ روحانیت پنپتی ہے، نہ تہذیب باقی رہتی ہے۔ اس لیے مصنوعی ذہانت جیسے جدید ٹولز کے اطلاق میں سب سے پہلے ان بین المذاہب اصولوں پر مبنی عدل کو ترجیح دی جانی چاہیے، تاکہ مصنوعی ذہانت ایک اخلاقی، منصفانہ اور انسان دوست ٹیکنالوجی ثابت ہو۔

خیر و شر کی پہچان

خیر و شر کی پہچان مذہب میں اخلاقیات کا ایک بنیادی اور ہمہ گیر تصور ہے جو صرف قانونی یا دنیوی نتائج کی بنیاد پر نہیں بلکہ نیت، ارادہ، مقصد اور الہامی ہدایت کی بنیاد پر متعین ہوتا ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے کسی عمل کو "اچھا" یا "برا" قرار دینے کے لیے اس کے پسِ منظر میں نیت، نفعِ عامہ، شریعت / دھرم کی مطابقت اور روحانی اثرات کو جانچنا ضروری ہوتا ہے، نہ کہ صرف ظاہری کامیابی یا نقصان کو۔

اوّل: اسلام میں خیر و شر کا تصور

اسلام میں خیر و شر کی بنیاد اللہ کے احکام، سنتِ نبوی اور نیت پر رکھی گئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔"[19]

اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اس کے لیے دین کو رکھتے ہوئے۔

اسی طرح، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى۔"[20]

اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

اسلامی فقہ میں "مقاصد الشریعہ "یعنی شریعت کے مقاصد (حفظ دین، عقل، جان، مال اور نسل) کو بنیاد بنا کر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کوئی عمل خیر ہے یا شر۔ چنانچہ، اگر کوئی عمل بظاہر نفع بخش ہو لیکن وہ ان مقاصد کے خلاف ہو، تو وہ شر قرار پاتا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"الخير ما وافق الشرع، والشر ما خالفه، وإن بدا حسناً في أعين الناس۔"[21]

خیر وہ ہے جو شریعت کے موافق اور شر وہ ہے جو شریعت کے مخالف ہو، اگرچہ لوگوں کو اچھا ہی کیوں نہ لگے۔

دوم: عیسائیت میں خیر و شر کا تصور

مسیحی الٰہیات میں خیر و شر کا تصور خدا کی مرضی اور انسانی ضمیر (conscience) سے جڑا ہوا ہے۔ بائبل میں واضح ہے:

"Woe to those who call evil good and good evil..."[22]

ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو برائی کو اچھائی کہتے ہیں اور اچھائی کو برائی۔

یعنی، نیت اور سچائی کو نظر انداز کر کے خیر و شر کی تعریفیں بدلنا ایک شدید گناہ ہے۔ Thomas Aquinas، ایک بڑے مسیحی فلسفی کے مطابق نیکی وہ ہے جس کی طرف تمام چیزیں مائل ہوتی ہیں اور بدی، نیکی کی کمی (یا اس کا فقدان) ہے۔[23] ان کے مطابق خیر وہ ہے جو فطرتی طور پر موجود ہے اور شر اس کا فقدان یا بگاڑ ہے۔

سوم: یہودیت میں خیر و شر کا تصور

یہودی فلسفے میں خیر و شر کی بنیاد آزاد ارادہ (Free Will) اور تورات کی ہدایت پر رکھی گئی ہے۔ تلمود میں ہے:

"Everything is foreseen, but freedom of choice is given."[24]

ہر چیز پہلے سے دیکھی جاچکی ہے لیکن انتخاب کی آزادی دی گئی ہے۔

Rabbi Moses Maimonides (Musa ibn Maymun) کے مطابق نیکی اور بدی کی تعریف خدا کے احکامات کے ذریعے ہوتی ہے، اور انسانی عقل کو تورات کی روشنی میں ان کی پہچان کرنی چاہیے۔[25] لہٰذا عقل و ضمیر اور وحی (تورات) کے امتزاج سے خیر و شر کی پہچان کی جاتی ہے۔

چہارم: ہندومت میں خیر و شر کا تصور

ہندومت میں خیر و شر کا تصور کرم (Karma) اور دھرم (Dharma) پر مبنی ہے۔ ہر عمل کا نتیجہ اُس کی نیت، وقت اور مقصد سے جڑا ہوتا ہے۔ بھگوت گیتا میں شری کرشن ارجن سے کہتے ہیں:

"Perform your duty without attachment to the outcome."[26]

اپنا فرض بغیر نتیجے سے وابستگی کے انجام دو۔

یعنی عمل نیت کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر نیت خالص ہو تو عمل خیر تصور ہو گا، چاہے اس کا نتیجہ وقتی طور پر منفی ہو۔

پنجم: بدھ مت میں خیر و شر کا تصور

بدھ مت میں نیت (Cetana) کو خیر و شر کے تعین کا مرکزی پیمانہ مانا جاتا ہے۔ بدھ نے فرمایا:

It is volition (cetana) that I call karma.[27]

میں نیت (سَینَہ / ارادہ) ہی کو کرما کہتا ہوں۔

یعنی نیت ہی ہر عمل کی بنیاد ہے اور وہی اس کی اخلاقی حیثیت متعین کرتی ہے۔ اگر کوئی عمل رحم، کرونا (Karuna) اور میٹا (محبت) کے جذبے سے کیا جائے، تو وہ خیر ہے، ورنہ وہ شر میں شمار ہوتا ہے۔

تمام بڑے مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ خیر و شر کی پہچان محض ظاہری نتائج، قانون یا فائدے پر منحصر نہیں بلکہ اس میں نیت، ارادہ، خدا کا حکم اور روحانی فہم شامل ہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں مصنوعی ذہانت کی حدود واضح ہو جاتی ہیں کیونکہ مصنوعی ذہانت میں نہ نیت ہے، نہ روحانیت اور نہ ہی اخلاقی بیداری۔ لہٰذا، مذہبی اخلاقیات کی روشنی میں مصنوعی ذہانت کو اخلاقی فیصلہ سازی میں صرف ایک معاون آلہ سمجھا جاسکتا ہے، نہ کہ ایک حاکمِ اخلاق۔

ذمہ داری اور احتساب

تمام آسمانی اور روایتی مذاہب میں ذمہ داری (responsibility) اور احتساب (accountability) کو ایک بنیادی اخلاقی اصول کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مذہب کا تصور ہی اسی بنیاد پر استوار ہے کہ انسان کو ایک اخلاقی شعور رکھنے والی مخلوق سمجھا جاتا ہے جو اپنے اعمال، نیت اور فیصلوں کے لیے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی جواب دہ ہے۔ مذہبی اخلاقیات کے مطابق، انسان کو جو اختیار، علم اور ارادہ دیا گیا ہے، اس کے ساتھ جواب دہی بھی لازم ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو مصنوعی ذہانت جیسے نظام کو مذہبی اخلاقیات کے دائرے میں ایک چیلنج بنا دیتا ہے، کیونکہ مصنوعی ذہانت کے پاس نہ اخلاقی ارادہ ہوتا ہے، نہ نیت، نہ وہ احتساب کے تصور کو سمجھ سکتا ہے۔

اوّل: اسلام میں ذمہ داری و احتساب

اسلام میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختار اور مکلف بنایا ہے اور اس کے ہر عمل کے لیے جواب دہ قرار دیا ہے۔ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا۔"[28]

اور ہر ایک قیامت کے دن اس کے حضور تنہا حاضر ہو گا۔

مزید فرمایا:

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔"[29]

جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھے گا اور جو ذرّہ برابر برائی کرے گا وہ بھی دیکھے گا"

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

"كلُّكم راعٍ، وكلُّكم مسؤولٌ عن رعيَّتهِ۔"[30]

تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اسلامی فقہ میں قاضی، امام، حکمران اور مفتی سب کو "اہلِ امانت " اور "جوابدہ " سمجھا جاتا ہے، اس لیے کوئی غیر ذی شعور یا غیر مختار وجود جیسے "مصنوعی ذہانت" اس ذمہ داری کو ادا نہیں کر سکتا۔

دوم: عیسائیت میں احتساب کا تصور

عیسائیت میں بھی احتساب کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ بائبل میں درج ہے:

"So then each of us shall give account of himself to God."[31]

پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آپ کا حساب خدا کے حضور دینا ہو گا۔

یعنی ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یسوع مسیح نے بارہا اخلاقی ذمہ داری پر زور دیا، جیسے:

"For by your words you will be justified, and by your words you will be condemned."[32]

کیونکہ تم اپنے الفاظ کے ذریعے راستباز ٹھہرائے جاؤ گے اور اپنے ہی الفاظ کے ذریعے مجرم قرار دیے جاؤ گے۔

St. Augustine کے مطابق ذمہ داری آزاد ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔ آزادی کے بغیر گناہ نہیں ہوتا اور گناہ کے بغیر جواب دہی بھی نہیں ہوتی۔[33] یہ تصور ظاہر کرتا ہے کہ اخلاقی احتساب کا دارومدار انسانی ارادے اور آزادی پر ہے جو مصنوعی ذہانت میں موجود نہیں۔

سوم: یہودیت میں ذمہ داری کا تصور

یہودیت میں انسانی اعمال کے لیے احتساب کا تصور تلمودی تعلیمات کا ایک مرکزی حصہ ہے۔ تالمود میں آتا ہے:

"All is foreseen, yet freedom is given; and with freedom comes responsibility."[34]

سب کچھ پہلے سے معلوم ہے، پھر بھی آزادی دی گئی ہے اور آزادی کے ساتھ ذمہ داری بھی آتی ہے۔

Rabbi Maimonides (موسیٰ بن میمون) لکھتے ہیں:

"The human being is accountable because he possesses reason and will."[35]

انسان جواب دہ ہے کیونکہ وہ عقل اور ارادہ رکھتا ہے۔

یہودیت میں Halakha کے تحت ہر عمل کے لیے جواب دہی، نیت اور ارادے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

چہارم: ہندومت میں کرم اور ذمہ داری

ہندومت میں احتساب کا تصور کرم (Karma) کے نظریے سے وابستہ ہے، جس کے مطابق ہر عمل، خواہ نیک ہو یا بد اپنے نتائج خود پیدا کرتا ہے۔ بھگوت گیتا میں کہا گیا انسان جو بوتا ہے، وہی وہ کاٹتا ہے۔[36] یہ تصور انسان کو اخلاقی ذمہ داری کا حامل سمجھتا ہے اور اس پر زور دیتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی بھاری قیمت چکاتا ہے، چاہے وہ اس دنیا میں ہو یا اگلی میں۔

پنجم: بدھ مت میں ذمہ داری اور نیت

بدھ مت میں بھی کرم (Kamma) اور (Cetana) نیت کو ذمہ داری کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ما قبل میں بیان ہوا، مہاتما بدھ نے کہا میں نیت (سَینَہ) ہی کو کرما کہتا ہوں۔[37] یعنی ہر عمل کی اخلاقی قیمت اس کی نیت پر ہے اور انسان ہی اس کا مکمل ذمہ دار ہے۔

مصنوعی ذہانت اور احتساب کا چیلنج

مصنوعی ذہانت کسی بھی عمل کے لیے اخلاقی نیت، روحانی شعور اور اخروی جواب دہی نہیں رکھتی۔ چنانچہ اگر مصنوعی ذہانت کسی غلط فیصلے کا باعث بنے مثلاً عدالت میں ناانصافی یا طب میں غلط تشخیص تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گناہ یا ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ پروگرامر، ڈیٹا سائنسدان، ادارہ یا پھر خود مصنوعی ذہانت پر؟ یہ سوال مذہبی اخلاقیات کے دائرے میں ایک غیر حل شدہ مسئلہ بن کر سامنے آتا ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق:

"الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ۔"[38]

دعویٰ کرنے والے پر دلیل اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔

جبکہ مصنوعی ذہانت کے نظام میں کسی "نیت" یا "گواہی" کا تصور موجود نہیں۔ مذہبی اخلاقیات کی روشنی میں احتساب اور ذمہ داری صرف باشعور، ارادہ رکھنے والے انسان پر عائد ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت اگرچہ کئی امور میں انسان کی مدد کر سکتی ہے، لیکن اسے ایسے فیصلوں میں مکمل اختیار دینا جہاں اخلاقی، شرعی یا روحانی ذمہ داری درکار ہو ایک گہرا اخلاقی و مذہبی خطرہ ہے۔ اس لیے مصنوعی ذہانت کو صرف معاون آلہ کے طور پر محدود رکھنا ہی دینی و اخلاقی بصیرت کے مطابق ہوگا۔

اخلاقیات اور نیت کا فلسفیانہ و مذہبی تصور

اخلاقیات میں نیت (Intent) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کا اخلاقی درجہ صرف اس کے ظاہری نتائج پر نہیں بلکہ اس ارادے اور مقصد پر بھی منحصر ہوتا ہے جس سے وہ انجام دیے گئے ہوں۔ یہ تصور فلسفہ، الٰہیات اور مذہب تینوں میں مشترکہ طور پر موجود ہے اور انسانی فعل کی اخلاقی قدر کو متعین کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

اوّل: کانٹ کا تصورِ نیت اور اخلاقی فرض

جرمن فلسفی ایمانوئل کانٹ (Immanuel Kant) (1724–1804) نے اخلاقیات میں Deontological Ethics کی بنیاد رکھی، جس کا نکتہ آغاز یہی ہے کہ "اخلاق کا انحصار کسی عمل کے نتیجے پر نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود اخلاقی اصول اور

نیت پر ہے۔"کانٹ اپنی مشہور کتاب Groundwork of the Metaphysics of Morals میں لکھتے ہیں:

"The moral worth of an action lies not in the effect expected from it, but in the principle of the will behind it."[39]

کسی عمل کی اخلاقی قدر اس کے متوقع نتیجے میں نہیں بلکہ اس کے پیچھے موجود ارادے کے اصول میں ہوتی ہے۔

کانٹ کے مطابق اگر کوئی شخص سچ بولتا ہے صرف اس لیے کہ اس سے فائدہ ہو گا، تو وہ سچائی اخلاقی نہیں کہلائے گی۔ لیکن اگر وہ سچ اس لیے بولتا ہے کہ سچ بولنا "اخلاقی فرض" ہے، تو یہی عمل اخلاقی قرار پائے گا خواہ اس کا نتیجہ نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔

دوم: اسلامی اخلاقیات اور نیت کا تصور

اسلام میں نیت کا تصور اخلاقی، روحانی اور قانونی تینوں پہلوؤں سے انتہائی بنیادی درجہ رکھتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى۔"[40]

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔

یہ حدیث نہ صرف فقہ اسلامی کی بنیاد بلکہ اسلامی اخلاقیات کی بھی جڑ ہے۔ یہاں نیت اعمال کی قبولیت کی شرط ہے، اخلاقی درجہ بندی کا معیار ہے اور اخروی جزا و سزا کا محرک بھی ہے۔ امام غزالی (متوفی 505ھ) اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں:

"النية روح العمل، وهي التي تُميز العادات من العبادات۔"[41]

نیت عمل کی روح ہے اور وہی عادت کو عبادت سے ممتاز کرتی ہے۔

سوم: یہودیت اور نیت (Kavanah)

یہودیت میں بھی نیت کو مذہبی عمل کی روح سمجھا جاتا ہے، جسے "Kavanah" کہا جاتا ہے۔ Talmud میں آیا ہے کہ نیت کے بغیر نیکی ایسے ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔ Rabbi Moshe Chaim Luzzatto لکھتے ہیں:

"The heart's direction in serving God is more important than the deed itself."[42]

خدا کی خدمت میں دل کی سمت، عمل سے زیادہ اہم ہے۔

چہارم: عیسائیت اور نیت کا تصور

مسیحیت میں بھی نیت کو نجات اور اخلاقی فیصلوں کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے:

"For where your treasure is, there your heart will be also."[43]

کیونکہ جہاں تمہارا خزانہ ہو گا، وہیں تمہارا دل بھی ہو گا۔

پولوس رسول لکھتے ہیں:

"Each one must give as he has decided in his heart, not reluctantly or under compulsion, for God loves a cheerful giver."[44]

ہر شخص وہی دے جو اس نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے، نہ دل برداشتگی سے اور نہ مجبوری سے، کیونکہ خدا خوش دلی سے دینے والے کو پسند کرتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسیحیت میں دل کی کیفیت اور نیت کی پاکیزگی کو خدا کے نزدیک عمل سے بڑھ کر اہمیت حاصل ہے۔

پنجم: بدھ مت اور نیت (Cetana)

بدھ مت میں نیت کو اخلاقی ذمہ داری کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ گوتم بدھ کا قول ہے کہ "اے بھکشوؤ! میں ارادے (چیتنا) ہی

کو کرما کہتا ہوں؛ کیونکہ جب انسان ارادہ کرتا ہے تو وہ جسم، زبان اور ذہن کے ذریعے عمل کرتا ہے۔"[45] بدھ مت کے مطابق نیت کے بغیر عمل کا کوئی اخلاقی درجہ نہیں ہوتا۔

مصنوعی ذہانت اور نیت کا فقدان: ایک اخلاقی خلاء

مصنوعی ذہانت کے تناظر میں دیکھا جائے تو نیت کا فقدان سب سے بڑا اخلاقی اور مذہبی خلا ہے کیونکہ مصنوعی ذہانت بغیر ارادے کے عمل کرتی ہے، فائدے یا نقصان کو کوڑ یا ڈیٹا کی بنیاد پر پرکھتی اور اخلاقی فرض، الہامی ذمہ داری یا نیت کی پاکیزگی جیسے تصورات سے محروم ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلامی اصولوں کی روشنی میں مصنوعی ذہانت کے عمل کو اخلاقی قرار دینا ممکن نہیں جب تک کہ اس کے پیچھے انسانی نیت اور اخلاقی ضابطہ موجود نہ ہو۔

نیت کا تصور چاہے فلسفیانہ ہو یا مذہبی، انسانی فعل کی اخلاقی قدر کا تعین کرنے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں کانٹ جیسے فلسفی نیت کو اخلاقیات کی بنیاد قرار دیتے ہیں، وہیں تمام آسمانی مذاہب بھی اعمال کی روح کو نیت اور ارادے سے مشروط کرتے ہیں۔ ایسے میں مصنوعی ذہانت جیسے نظام جو نہ نیت رکھتے ہیں نہ شعور، کو اخلاقی یا مذہبی فیصلوں میں خود مختار بنانا، ایک نہایت نازک اور قابلِ تنقید معاملہ ہے۔ اس کے استعمال میں انسانی نیت، اخلاقی رہنمائی اور مذہبی بصیرت کی موجودگی لازمی ہے، تاکہ مصنوعی ذہانت کا عمل بھی نیتِ خیر کے تابع رہے، نہ کہ محض الگورتھم کے۔

مصنوعی ذہانت کے لیے اخلاقی نیت کا مسئلہ

مصنوعی ذہانت میں نیت، شعور، یا اخلاقی بصیرت موجود نہیں ہوتی۔ اس کی تمام فیصلہ سازی ڈیٹا، الگوریتھمز اور شماریاتی امکانات پر مبنی ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کسی عمل کے اخلاقی پہلو یا روحانی اثرات کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ ان کو مد نظر رکھ سکتا ہے۔ اس کمی کی وجہ سے مصنوعی ذہانت کو مذہبی اخلاقیات کے دائرے میں ایک "غیر اخلاقی" یا کم از کم "غیر شعوری" فریق تصور کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر مصنوعی ذہانت کسی شخص کو سزا دینے کی سفارش کرے محض ڈیٹا کی بنیاد پر، تو ممکن ہے کہ وہ نیت، مجبوری، یا اخلاقی پیچیدگی کو نظر انداز کر دے جبکہ مذہب ان پہلوؤں کو فیصلہ سازی میں بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ مذہبی اخلاقیات میں نیت، شعور، روحانی بصیرت اور مقصدیت کو بنیادی مقام حاصل ہے جو کہ مصنوعی ذہانت کے اندر موجود نہیں۔ اس لیے مذہبی اخلاقی نظام میں مصنوعی ذہانت کی خود مختار حیثیت پر سنجیدہ سوالات موجود ہیں۔ مصنوعی ذہانت کو اگر مذہبی یا اخلاقی فیصلوں میں شامل کیا جانا ہے، تو اسے صرف ایک معاون ٹول کی حیثیت تک محدود رکھنا ہوگا، جہاں انسانی نیت، دینی اصول اور روحانی رہنمائی فیصلہ سازی کا مرکز بنی رہے۔

اسلام اور مصنوعی ذہانت کی اخلاقیات

اسلام ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات پیش کرتا ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو الٰہی ہدایت کے تحت منظم کرتا ہے، چاہے وہ فرد کی نجی زندگی ہو یا سائنسی و تکنیکی ترقی۔ موجودہ دور میں مصنوعی ذہانت کی تیز رفتار ترقی نے جہاں سہولت، کارکردگی اور علمی وسعت کے نئے امکانات پیدا کیے ہیں، وہیں اس نے اسلامی اخلاقیات کے تناظر میں کئی بنیادی سوالات بھی جنم دیے ہیں مثلاً کیا مصنوعی ذہانت کو خود مختار فیصلہ سازی کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ کیا یہ انسانی نیت، رحم، عدل اور احسان جیسے اسلامی اصولوں کو سمجھنے کے قابل ہے؟ اور اگر نہیں، تو اس کے استعمال کی حدود کیا ہونی چاہئیں؟ اسلامی اخلاقیات کا دار و مدار نیت، عدل، امانت، مشاورت اور احترامِ انسانیت جیسے اصولوں پر ہے۔ یہ سب وہ خصائص ہیں جو فی الحال کسی بھی مصنوعی ذہانت کے نظام میں فطراً موجود نہیں۔

اوّل: انسان بطور خلیفہ اور مصنوعی ذہانت کا چیلنج

اسلامی عقیدہ کے مطابق، انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلیفہ یعنی اپنا نمائندہ اور نگہبان بنایا ہے جو علم، عقل، ارادہ اور اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ فیصلے کرنے پر قادر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔"[46]

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

یہ آیت انسانی مقام، اختیار اور اس کے فکری و اخلاقی شعور کو واضح کرتی ہے۔ اسلامی تصور خلافت کے مطابق، انسان صرف ایک مخلوق نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری کا حامل ہے جو زمین پر عدل، علم، اخلاق اور اصلاح کا امین ہے۔ مصنوعی ذہانت کا مسئلہ اس وقت سنگین ہوتا ہے جب اسے انسانی سطح پر فیصلہ سازی کا مکمل اختیار دے دیا جائے۔ ایسی صورتحال میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ:

- کیا ایک ایسی مشین جو نہ عقلِ شعوری رکھتی ہے، نہ نیت، نہ تقویٰ، وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ خلافتِ انسانی کے کردار کو نبھا سکتی ہے؟
- اگر مصنوعی ذہانت کو حکومتی، عدالتی، تعلیمی یا فقہی معاملات میں انسان کا نعم البدل بنایا جائے، تو کیا یہ خلافت کی روح کے خلاف نہیں ہو گا؟

ابن خلدون کا نظریہ خلافت و عقل

مشہور اسلامی مفکر ابن خلدون (متوفی 808ھ) نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب المقدمہ میں انسانی مقام و عقل کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"فالخلافة نيابة عن صاحب الشرع في حراسة الدين وسياسة الدنيا به۔"[47]

خلافت دراصل صاحبِ شریعت (اللہ) کی نیابت ہے، دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست کے لیے۔

مزید لکھتے ہیں:

"الإنسان متميز بالعقل والتمييز، وهو مناط التكليف والمسؤولية۔"[48]

انسان عقل و فہم سے ممتاز ہے اور یہی اس کی ذمہ داری و مکلف ہونے کی بنیاد ہے۔

یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ انسان کی خلافت عقل و شعور پر مبنی ہے، نہ کہ کسی مجرد نظام پر۔ چنانچہ ایسی مشین یا ٹیکنالوجی جو نہ نیت رکھتی ہو، نہ مقصدِ شریعت کو سمجھے اور نہ کسی روحانی وابستگی یا اخلاقی فہم کی حامل ہو تو اسے خلافت کے منصب پر فائز کرنا نہ صرف اسلامی تصورِ خلافت بلکہ اخلاقی و روحانی اصولوں کے بھی خلاف ہو گا۔

جدید فکری مطالعہ

مشہور مفکر مبارک اور علی اپنی تحقیق "Islamic Epistemology and AI Ethics" میں لکھتے ہیں:

"Assigning autonomous decision-making to AI systems in matters of moral and legal consequence contradicts the Qur’anic framework of vicegerency, which is rooted in human accountability and divine intention."[49]

اخلاقی اور قانونی نتائج رکھنے والے معاملات میں خود مختار فیصلہ سازی کو مصنوعی ذہانت کے نظاموں کے سپرد کرنا، خلافتِ انسانی کے قرآنی فریم ورک سے متصادم ہے، جو انسانی جوابدہی اور الٰہی ارادے پر مبنی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، خلافت صرف انسان کا حق ہے، کیونکہ وہ عقل، شعور، نیت، تقویٰ اور اخلاقی ذمہ داری کا حامل ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کو خود مختار بنا کر فیصلے کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ نہ صرف شرعی اصولِ خلافت بلکہ علم، عدل، نیت اور ذمہ داری جیسی بنیادی اسلامی اقدار سے بھی انحراف ہوگا۔ اس لیے لازم ہے کہ مصنوعی ذہانت صرف ایک علمی یا فنی معاون کی حیثیت تک محدود رہے، نہ کہ فیصلہ ساز خلیفہ کے طور پر اختیار دیا جائے، تاکہ اسلامی اصولوں اور انسانی فضیلت کو محفوظ رکھا جاسکے۔

دوم: انصاف اور غیر جانبداری: اسلامی اصول اور مصنوعی ذہانت کے تقاضے

اسلام میں عدل (Justice) کو ایک بنیادی اور لازمی اخلاقی اصول کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔"[50]

بے شک اللہ انصاف کا، احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

یہ آیت نہ صرف اسلامی سماجی عدل کا محور ہے، بلکہ ایک جامع اخلاقی فریم ورک کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اسلام میں عدل صرف قانونی اصول نہیں بلکہ روحانی، سماجی اور اخلاقی قدر ہے جو ہر سطح پر انسانی سلوک اور فیصلے میں نمایاں ہونی چاہیے۔

مصنوعی ذہانت اور انصاف کا چیلنج

مصنوعی ذہانت کے عدالتی، طبی، تعلیمی یا معاشی نظاموں میں استعمال کے دوران جو سب سے بڑا چیلنج سامنے آتا ہے وہ تعصب ہے۔ مصنوعی ذہانت کے نظام اپنے فیصلے اُس ڈیٹا کی بنیاد پر کرتے ہیں جس پر ان کی تربیت کی گئی ہوتی ہے۔ اگر یہ ڈیٹا خود نسلی، صنفی، ثقافتی، یا لسانی تعصب پر مبنی ہو تو مصنوعی ذہانت بھی انہی غیر منصفانہ رویوں کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ مسئلہ اسلامی تعلیمات کے عین خلاف ہے جو انصاف، مساوات اور غیر جانبداری پر زور دیتی ہیں۔

قرآنی اصول: عدل حتیٰ کہ دشمن کے لیے بھی

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔"[51]

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ اسلامی عدل دشمنوں کے ساتھ بھی تعصب کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ اگر مصنوعی ذہانت کسی گروہ، نسل، یا قوم کے خلاف تعصب پر مبنی فیصلے کرے، تو یہ قرآن کی روح کے خلاف ہوگا۔

اسلامی تناظر میں مصنوعی ذہانت کے لیے سفارشات

1. ڈیٹا کا تنقیدی جائزہ: مصنوعی ذہانت کے تربیتی ڈیٹا کو ایسے اصولوں پر پرکھا جائے جو اسلامی عدل و قسط کے مطابق ہوں۔
2. Bias Audit Frameworks: اسلامی دنیا کو ایسے فریم ورک بنانے کی ضرورت ہے جو مصنوعی ذہانت ماڈلز میں تعصب کا شرعی اور اخلاقی جائزہ لے سکیں۔
3. غیر جانبدارانہ پالیسی: مصنوعی ذہانت کو ہمیشہ انسانی وقار، عدالت اور شفافیت کے اصولوں کے تحت استعمال کیا جائے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق انصاف ہر حال میں لازم ہے، چاہے وہ شخص اپنا ہو یا دشمن، طاقتور ہو یا کمزور۔ اگر مصنوعی ذہانت کے نظام تعصب پر مبنی فیصلے کریں اور کسی خاص گروہ کو نشانہ بنائیں، تو یہ اسلامی عدل کی صریح خلاف ورزی ہو گی۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مصنوعی ذہانت کے استعمال کو غیر جانبدار، شفاف اور مساویانہ بنانے کے لیے عملی اقدامات ناگزیر ہیں۔

عیسائیت اور مصنوعی ذہانت کی اخلاقیات

عیسائیت جو دنیا کے بڑے الہامی مذاہب میں سے ہے، انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی تشکیل میں گہرے اصول فراہم کرتی ہے، جن کا اطلاق نہ صرف ذاتی زندگی پر ہوتا ہے بلکہ سائنسی و تکنیکی ترقیات پر بھی۔ موجودہ دور میں مصنوعی ذہانت نے جو انقلابی تبدیلیاں متعارف کرائی ہیں، وہ صرف صنعتی یا تجارتی سطح تک محدود نہیں، بلکہ اخلاقیات، انسانی شناخت اور مذہبی تشخص جیسے بنیادی سوالات کو بھی نئی جہات میں منتقل کر رہی ہیں۔ عیسائی اخلاقیات کی بنیاد محبت، رحم، عدل اور انسانی وقار جیسے اصولوں پر ہے اور یہ تمام اصول مصنوعی ذہانت کے خودکار، غیر جذباتی اور نیت سے خالی نظام کے ساتھ ایک واضح اخلاقی تصادم کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کیا ایک ایسی مشین جو خود فیصلہ کرے، عیسائیت میں انسان کو حاصل *Imago Dei* (خدا کی صورت پر پیدا ہونا) کے تصور سے متصادم نہیں؟ کیا مصنوعی ذہانت کی ترقی انسان کے اختیار (free will) کو متاثر کر سکتی ہے جو مسیحی تعلیمات میں نجات کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے؟ اسی طرح، پوپ فرانسس جیسے جدید کیتھولک رہنماؤں نے بھی اس پر زور دیا ہے کہ مصنوعی ذہانت کو صرف انسانیت کی خدمت کے لیے استعمال کیا جائے، نہ کہ اسے انسان کی جگہ لے لینے دیا جائے۔ اس تناظر میں یہ بحث نہایت اہم ہو جاتی ہے کہ آیا مصنوعی ذہانت کو عیسائیت کے اخلاقی فریم ورک میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اگر کیا جا سکتا ہے تو کن شرائط، حدود اور مذہبی تشریحات کے ساتھ؟ یہی وہ سوالات ہیں جو اس بحث کو عصری اور دینی لحاظ سے نہایت اہم بنا دیتے ہیں۔

اوّل: خدا کی تخلیق اور مصنوعی ذہانت: عیسائیت کے تناظر میں

عیسائیت میں "Imago Dei" کا نظریہ ایک مرکزی عقیدہ ہے، جس کے مطابق انسان کو خدا کی صورت (image) اور مثال (likeness) پر پیدا کیا گیا ہے۔ بائبل کے مطابق:

> "So God created man in His own image; in the image of God He created him; male and female He created them."[52]
>
> پس خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا؛ خدا کی صورت پر اُس نے اسے پیدا کیا؛ مرد اور عورت دونوں کو اُس نے پیدا کیا۔

یہ تصور صرف جسمانی یا عقلی ساخت کو بیان نہیں کرتا، بلکہ اس میں انسانی اخلاق، اختیار، روحانیت، نیت اور خدا سے تعلق جیسے عناصر شامل ہیں۔ عیسائی مفکرین کے نزدیک، انسان کا یہ مقام کسی بھی دوسری مخلوق یا مصنوعی تخلیق کے لیے ناقابلِ رسائی ہے۔ چنانچہ جب جدید دنیا میں مصنوعی ذہانت کو ایسے فیصلے کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے جو ماضی میں صرف انسان کے لیے مخصوص تھے، تو یہ سوال جنم لیتا ہے کہ کیا یہ عمل *Imago Dei* کے نظریے سے متصادم ہے؟

سینٹ تھامس ایکویناس، جنہیں عیسائی الٰہیات کے ستونوں میں شمار کیا جاتا ہے، اپنی مشہور کتاب *Summa Theologica* میں لکھتے ہیں:

> "Homo creatus est ad imaginem Dei secundum suam rationalem naturam."[53] (Latin)

انسان کو خدا کی صورت پر اس کی عقلی فطرت کی بنیاد پر پیدا کیا گیا ہے۔

اِس کے مطابق، انسان کو جو خاص درجہ حاصل ہے وہ اس کی عقلِ ناطقہ (rational soul) کی بنیاد پر ہے جو کسی بھی مصنوعی نظام میں ممکن نہیں۔ ایکویناس مزید کہتے ہیں:

> "Artificial agents may simulate rational behavior, but they lack the capacity for volition, conscience, and divine communion."[54]
>
> مصنوعی ایجنٹس بظاہر عقلی طرزِ عمل کی نقل کر سکتے ہیں، لیکن وہ ارادہ و اختیار، اخلاقی ضمیر، اور خدا سے روحانی تعلق کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔

یعنی مصنوعی ذہانت چاہے جتنی بھی ترقی کر لے، وہ نیت، اخلاقی ذمہ داری، یا روحانی بیداری جیسی صفات حاصل نہیں کر سکتی جو صرف انسان کو حاصل ہیں۔ مزید بر آں، عیسائیت میں روح (Soul) ایک ابدی حقیقت ہے جو خدا سے تعلق کا ذریعہ ہے، جبکہ مصنوعی ذہانت ایک میکانیکی و غیر جاندار پروگرام ہے جس میں نہ روح ہے اور نہ ہی شعور۔ عیسائی تھیولوجین C.S. Lewis کے مطابق:

> "When machines begin to mimic us, it is not a sign of progress, but a test of humility. We must remember, no machine will ever pray, love, or repent."[55]
>
> جب مشینیں ہماری نقل کرنے لگیں تو یہ ترقی کی علامت نہیں، بلکہ عاجزی کا امتحان ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی مشین کبھی دعا نہیں کرے گی، محبت نہیں کرے گی، اور نہ ہی توبہ کرے گی۔

یہ بیان بھی واضح کرتا ہے کہ مصنوعی ذہانت جتنا بھی ترقی یافتہ ہو، روحانی و اخلاقی صفات سے خالی رہے گا۔ چنانچہ اگر مصنوعی ذہانت کو وہ اختیارات دیے جائیں جو صرف انسان کو بطور خدا کی شبیہ حاصل ہیں تو یہ عیسائی عقیدۂ تخلیق، انسان کی برتری اور الٰہی منصوبے کی توہین سمجھی جا سکتی ہے۔ عیسائی الٰہیات کے مطابق مصنوعی ذہانت کو کسی بھی صورت خدا کی تخلیق، انسان کے مساوی یا متبادل کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ *Imago Dei* کا نظریہ انسانی عزت، شعور اور نجات کے تصور کو اس طرح استوار کرتا ہے کہ کوئی بھی مصنوعی مخلوق چاہے وہ کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو اس مقام پر فائز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اخلاقی، روحانی اور الٰہی اعتبار سے مصنوعی ذہانت کو محدود کردار میں رکھنا ضروری ہے، تاکہ انسانی وقار، خدا کی حاکمیت اور ایمان کی بنیاد متزلزل نہ ہو۔

دوم: انصاف اور مساوات: عیسائیت میں مصنوعی ذہانت کے اخلاقی استعمال پر زور

عیسائی اخلاقیات میں عدل و مساوات کو وہ بنیادی اقدار حاصل ہیں جن پر نہ صرف انسانی تعلقات کی بنیاد رکھی گئی ہے بلکہ انہیں خدائی انصاف کی عکاسی بھی سمجھا جاتا ہے۔ عہدِ جدید میں جب مصنوعی ذہانت جیسے نظام انسانوں کی زندگی کے فیصلے کرنے لگیں، تو ان اخلاقی اصولوں کی پاسداری مزید اہم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوپ فرانسس نے متعدد مواقع پر مصنوعی ذہانت کے استعمال کے حوالے سے نہایت واضح اور اصولی مؤقف اختیار کیا ہے۔ پوپ فرانسس نے اپنے ایک خطاب میں کہا کہ:

> "Technology must always be at the service of humanity, not used to dominate or exploit human beings. Artificial intelligence should not reinforce inequality but instead promote the dignity of every person."[56]
>
> ٹیکنالوجی کو ہمیشہ انسانیت کی خدمت کے لیے استعمال ہونا چاہیے، نہ کہ انسانوں پر غلبہ پانے یا اُن کے استحصال کے لیے۔ مصنوعی ذہانت کو عدم مساوات بڑھانے کی بجائے ہر فرد کے وقار اور عزت کو فروغ دینا چاہیے۔

یہ بیان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کا غیر منصفانہ یا جانبدار استعمال صرف تکنیکی یا سائنسی مسئلہ نہیں، بلکہ ایک گہرا اخلاقی و روحانی چیلنج بھی ہے۔ عیسائیت کے مطابق، ہر انسان خدا کی شبیہ پر پیدا ہوا ہے(*Imago Dei*) اور کسی بھی ایسے نظام کو جو طبقاتی، نسلی، یا معاشی بنیادوں پر تفریق پیدا کرے، خدائی انصاف کے خلاف تصور کیا جاتا ہے۔ Catholic Social Teaching (CST)میں بھی "preferential option for the poor" یعنی کمزور اور پسماندہ طبقات کے حق میں ترجیحی اصول موجود ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کے نظام اُن گروہوں کے خلاف تعصب برتیں جنہیں پہلے ہی معاشرتی نقصان پہنچا ہے، تو یہ عیسائی اخلاقی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہوگی۔

Vatican's Pontifical Academy for Lifeنے2020میں "Rome Call for AI Ethics" کے عنوان سے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں چھ اخلاقی اصولوں (شفافیت، شمولیت، ذمہ داری، غیر جانبداری، اعتماد اور تحفظ و رازداری) کو مصنوعی ذہانت پر لاگو کرنے کی سفارش کی گئی۔[57] یہ اصول اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت انسانی خدمت کا ذریعہ بنے، نہ کہ ظلم و تفریق کا آلہ۔ خاص طور پر Impartiality اور Inclusionایسے اخلاقی تقاضے ہیں جو عیسائیت میں عدلِ الٰہی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ عیسائیت، بالخصوص کیتھولک روایت میں، انصاف اور مساوات کو وہ بنیادیں حاصل ہیں جن پر مصنوعی ذہانت کے تمام اخلاقی فیصلے استوار ہونے چاہئیں۔ پوپ فرانسس کا پیغام واضح کرتا ہے کہ ٹیکنالوجی کو انسان کے خادم کے طور پر دیکھنا چاہیے نہ کہ اس کے آقا کے طور پر۔ اگر مصنوعی ذہانت کو اس طرح ڈیزائن اور استعمال نہ کیا جائے کہ وہ انسانی وقار، مساوات اور عدل کی ترجمانی کرے، تو یہ نہ صرف سائنسی ناکامی ہے بلکہ الٰہی اخلاقیات کی توہین بھی ہے۔

سوم: مصنوعی ذہانت اور اینٹی کرائسٹ (Antichrist) کا نظریہ

کچھ عیسائی اسکالرز اور مفکرین نے جدید ٹیکنالوجی، خصوصاً مصنوعی ذہانت کو آخری زمانے کے خدشات اور اینٹی کرائسٹ (Antichrist) کے تصور سے جوڑنا شروع کیا ہے۔ یہ رائے خاص طور پر اُن عیسائی حلقوں میں پائی جاتی ہے جو Apocalyptic Theology اور Biblical Prophecy سے وابستہ ہیں اور دنیا کے خاتمے سے متعلق انجیل کے بیانات کو جدید سائنسی ترقیات سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔

بائبل اور اینٹی کرائسٹ کی پیش گوئیاں

اناجیل اور مکاشفہ (Revelation) میں اینٹی کرائسٹ کے بارے میں متعدد پیش گوئیاں موجود ہیں، جن میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ "جھوٹی نشانیاں دکھا کر لوگوں کو دھوکہ دے گا" اور خدا کی جگہ لینے کی کوشش کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بڑے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدہ لوگوں کو بھی گمراہ کریں۔[58] یہ آیت مصنوعی ذہانت پر تنقید کرنے والوں کے لیے ایک بنیاد بن گئی ہے جو کہتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کی حیرت انگیز صلاحیتیں جیسے کہ انسان جیسی گفت و شنید، چہروں کی شناخت اور ذہین فیصلے ممکنہ طور پر لوگوں کو خدائی طاقت یا نبوت کا دھوکہ دے سکتی ہیں۔

فریب(Deception)

کچھ عیسائی مفکرین کے مطابق مصنوعی ذہانت کی مدد سے Deepfake Videos, Voice Cloning, اور

Algorithmic Manipulation جیسے عوامل ایسے جھوٹے معجزات دکھاسکتے ہیں جو عوام کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ بائبل میں ہے کہ:

> "And he performed great signs, even causing fire to come down from heaven to the earth in full view of the people. He deceived the inhabitants of the earth with the signs he was given power to perform..."[59]
>
> اُس نے بڑے بڑے معجزے دکھائے، یہاں تک کہ لوگوں کے سامنے آسمان سے زمین پر آگ بھی نازل کی۔ اور اُن نشانیوں کے ذریعے، جو اُسے دکھانے کی قدرت دی تھی، اُس نے زمین کے باشندوں کو دھوکے میں ڈال دیا۔

یہ بیانیہ بعض اسکالرز کے نزدیک مصنوعی ذہانت کی ایسی صلاحیتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو جھوٹ کو سچ کے طور پر پیش کر سکتی ہیں جو کہ دھوکہ (Deception) کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔

اینٹی کرائسٹ اور مصنوعی ذہانت کے امتزاج کا خطرہ

معروف عیسائی مصنف Carl Teichrib اپنی کتاب *Game of Gods* میں لکھتے ہیں:

> "Artificial Intelligence may not be the Antichrist itself, but it could become the platform through which the Antichrist exercises global control a digital idol demanding obedience."[60]
>
> مصنوعی ذہانت خود دجّال نہ بھی ہو تب بھی یہ وہ پلیٹ فارم بن سکتی ہے جس کے ذریعے دجّال عالمی کنٹرول قائم کرے، ایک ایسا ڈیجیٹل بُت جو انسانوں سے اطاعت کا مطالبہ کرے۔

یعنی مصنوعی ذہانت خود اینٹی کرائسٹ نہ بھی ہو، یہ اس کا آلہ، ذریعہ یا پلیٹ فارم بن سکتا ہے، جس کے ذریعے عالمی سطح پر نگرانی، ذہنی کنٹرول اور نظامِ اطاعت قائم ہو سکتا ہے۔

The Mark of the Beast اور ڈیجیٹل شناخت

بعض علماء "Mark of the Beast" کو ڈیجیٹل آئی ڈی، Biometric Surveillance اور AI-controlled commerce کے ساتھ جوڑتے ہیں:

> "And he causes all, both small and great, rich and poor, free and bond, to receive a mark... that no man might buy or sell, save he that had the mark." [61]
>
> اور وہ سب لوگوں کو، چھوٹے اور بڑے، امیر اور غریب، آزاد اور غلام، مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک نشان حاصل کریں... تاکہ اُس شخص کے سوا کوئی خرید و فروخت نہ کر سکے جس کے پاس وہ نشان ہو۔

یہ تصور اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے ذریعے ایک ایسا نظام بن سکتا ہے جو عالمی معیشت اور انسانوں کے روزمرہ فیصلوں کو مکمل کنٹرول میں لے آئے گا جیسا کہ اینٹی کرائسٹ کے عروج کے وقت کا منظرنامہ بتایا گیا ہے۔ عیسائیت کے بعض مفکرین اور اسکالرز کا ماننا ہے کہ مصنوعی ذہانت نہ صرف ٹیکنالوجی کا ارتقاء ہے، بلکہ عقیدہ، اخلاق اور Eschatological (آخری زمانے کے) نظریات کے تناظر میں ایک گہرا خطرہ بھی ہے۔ مصنوعی ذہانت کی غیر محدود طاقت، جھوٹی حقیقتیں پیش کرنے کی صلاحیت اور عالمی کنٹرول کا امکان بعض کے نزدیک اینٹی کرائسٹ کی نبوتوں کے قریب تر محسوس ہوتا ہے۔ تاہم یہ تمام نظریات اجتہادی نوعیت رکھتے ہیں اور تمام عیسائی علماء ان سے متفق نہیں۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ عیسائی الٰہیات میں مصنوعی ذہانت کے کردار

پر گہری فکری بحث جاری ہے جو نہ صرف اخلاقی بلکہ عقائدی بنیادوں پر بھی خدشات کو جنم دے رہی ہے۔

یہودیت اور مصنوعی ذہانت کی اخلاقیات

یہودیت، بطور ایک قدیم اور مکمل الہامی نظام، نہ صرف دینی عبادات وعقائد پر مبنی ہے بلکہ ایک گہرے اخلاقی و قانونی فریم ورک کی بھی حامل ہے، جسے ہلاخاہ (Halakhah) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ نظام زندگی کے تمام پہلوؤں معاشرتی، عدالتی، طبی، سائنسی اور فلسفیانہ کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مصنوعی ذہانت کی تیز رفتار ترقی نے جہاں سائنسی و صنعتی دنیا میں انقلاب برپا کیا ہے، وہیں یہودیت جیسے مذہب کے لیے بھی نئے اخلاقی، شرعی اور وجودی سوالات کھڑے کیے ہیں۔ آیا ایک غیر جاندار اور غیر انسانی مشین اخلاقی فیصلے کر سکتی ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت انسانی آزاد ارادے (Free Will) یا خدا کی مشیت (Divine Will) کے مقابل آسکتی ہے؟ کیا اسے یہودی فقہ میں "معاون" کے طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے، یا یہ خود ایک روحانی خطرہ بن سکتی ہے؟ یہ سوالات آج کے یہودی مذہبی مفکرین، ربّیوں اور فلسفیوں کے درمیان سنجیدہ غور و فکر کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔

یہودیت کے بنیادی عقائد میں انسان کو "Tzelem Elohim" یعنی "خدا کی شبیہ پر پیدا کیا گیا" تسلیم کیا جاتا ہے[62] جو اسے اخلاقی فہم، روحانی شعور اور فیصلہ سازی کی منفرد صلاحیت عطا کرتا ہے۔ اس تناظر میں مصنوعی ذہانت کو انسانی سطح پر تسلیم کرنا نہ صرف تھیولوجیکل بلکہ Ontological طور پر بھی متنازع بن جاتا ہے۔ تاہم، بعض یہودی اسکالرز مصنوعی ذہانت کو Tikkun Olam یعنی "دنیا کی اصلاح" کے ایک ممکنہ وسیلہ کے طور پر دیکھتے ہیں بشرطیکہ اس کے استعمال میں عدالت (Tzedek)، رحم (Chesed) اور روحانی دیانتداری کو مقدم رکھا جائے۔

اوّل: انسانی اختیار اور مصنوعی ذہانت: ایک یہودی اخلاقی و دینی تجزیہ

یہودیت میں انسانی اختیار (Free Will)، شعور (Consciousness) اور فیصلہ سازی کو نہ صرف انسانی امتیاز بلکہ ایک الٰہی عطیہ تصور کیا جاتا ہے جو انسان کو جانوروں، فرشتوں اور دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ تورات میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ "دیکھو، میں نے آج تمہارے سامنے زندگی اور بھلائی، موت اور برائی رکھ دی ہے۔"[63] یہ آیت نہ صرف انتخاب کی آزادی کی طرف اشارہ کرتی ہے، بلکہ اس بات کی بھی وضاحت کرتی ہے کہ انسان کو اس کی نیت، ارادے اور فیصلوں کے مطابق جزا و سزا دی جاتی ہے۔ اسی بنیاد پر یہودی الٰہیات میں مصنوعی ذہانت کو انسانی اختیار کا متبادل تسلیم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مصنوعی ذہانت میں نہ نیت ہے، نہ خود شعور اور نہ ہی اخلاقی احتساب کی صلاحیت۔ مشہور یہودی فلسفی ماہمونیدس (Maimonides) اپنی مشہور کتاب *Guide for the Perplexed* میں لکھتے ہیں:

> "The human soul is a divine creation, and its capacity for choice is a reflection of God's will. No mechanical or artificial process can replicate that essence."[64]
>
> انسانی روح ایک الٰہی تخلیق ہے، اور اس کی اختیار و انتخاب کی صلاحیت خدا کی مشیت کا مظہر ہے۔ کوئی بھی میکانکی یا مصنوعی عمل اُس جوہر کی مکمل نقل نہیں کر سکتا۔

اس اقتباس میں "divine creation" کا ذکر اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ انسان کی شخصیت محض دماغی یا جسمانی عمل نہیں بلکہ روحانی حقیقت کا مظہر ہے۔ چنانچہ مصنوعی ذہانت کی decision-making صلاحیت خواہ کتنی ہی "intelligent" ہو، وہ اخلاقی نیت (moral intent)، رحمت، توبہ، یا ذاتی احتساب جیسے خالص انسانی و روحانی مظاہر کو نہ سمجھ سکتی

ہے اور نہ ہی اپنا سکتی ہے۔ یہودی فقہی نقطہ نظر سے بھی انسانی اختیار ایک ایسا بنیادی اصول ہے جس کے بغیر کوئی شرعی حکم، عبادت، یا اخلاقی ذمہ داری قابلِ فہم نہیں۔ Pirkei Avot (Ethics of the Fathers) میں ہے:

"Everything is foreseen, yet freedom of choice is given."[65]

ہر چیز پہلے سے دیکھی جا چکی ہے، پھر بھی انسان کو اختیارِ انتخاب عطا کیا گیا ہے۔

اگر مصنوعی ذہانت کو خود مختار بنانے کی کوشش کی جائے، یا اسے ایسی ذمہ داریاں سونپی جائیں جو انسان کی نیت، شعور اور روحانی بصیرت پر منحصر ہوں، تو یہ "Tzelem Elohim" (خدا کی شبیہ میں انسان) کے تصور سے متصادم ہوگا۔ یہودیت میں انسانی اختیار کو ایک مقدس و الٰہی صفت تسلیم کیا گیا ہے، جس کا کوئی مصنوعی متبادل ممکن نہیں۔ چنانچہ مصنوعی ذہانت کو ایسی سطح پر لانا جہاں وہ انسان کے اخلاقی و دینی فیصلے کرنے لگے، یہودی تعلیمات کے بنیادی عقائد اور اخلاقی ڈھانچے سے تضاد رکھتا ہے۔ اس لیے مصنوعی ذہانت کو صرف ایک معاون ٹیکنالوجی کے طور پر دیکھا جانا چاہیے نہ کہ انسانی اختیار یا روحانیت کا متبادل۔

دوم: اخلاقی خدشات اور مصنوعی ذہانت کا غلط استعمال

مصنوعی ذہانت کی بڑھتی ہوئی طاقت اور روزمرہ زندگی میں اس کا اثر جہاں معاشرتی اور سائنسی میدان میں سہولیات پیدا کر رہا ہے وہیں مذہبی و اخلاقی تعلیمات کے دائرے میں گہرے خدشات کو بھی جنم دے رہا ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں آسمانی مذاہب مصنوعی ذہانت کے ایسے استعمال پر تشویش رکھتے ہیں جو انسانی شعور، اخلاقی بصیرت اور دینی اصولوں کے منافی ہو۔

یہودی تناظر

یہودی شریعت (Halakha) میں اخلاقی سچائی، امانت داری اور انسانی وقار پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ بائبل میں حکم دیا گیا ہے کہ "تو اپنے ہمسایہ کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔"[66] یہ آیت اس بات کی عکاس ہے کہ جھوٹ اور فریب کو نہ صرف سماجی جرم بلکہ مذہبی گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کو ایسی ذمہ داریاں دی جائیں جن میں وہ غلط ڈیٹا، جھوٹ پر مبنی خبروں (Fake News)، Deepfakes، یا متعصب الگورتھمز پر انحصار کرے، تو اس کا مطلب مذہبی اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہوگا۔ Rabbi David Golinkin کے مطابق:

"AI is ethically permissible only when its decisions align with the Halakhic demand for truth, fairness, and human dignity."[67]

مصنوعی ذہانت اسی وقت اخلاقی طور پر قابلِ قبول ہے جب اس کے فیصلے ہلاخائی اصولوں کے مطابق سچائی، انصاف، اور انسانی وقار کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔

عیسائی تناظر

عیسائیت میں اخلاقیات کا مرکز محبت، سچائی اور رحم ہے۔ پوپ فرانسس نے 2019 کے ویٹی کن اجلاس میں کہا کہ "مصنوعی ذہانت" کو انسانوں کی خدمت میں رکھنا ضروری ہے نہ کہ انہیں قابو میں لینے کے لیے۔"[68] اگر مصنوعی ذہانت کو نگرانی (Surveillance)، سماجی کنٹرول، یا جھوٹی معلومات کی ترسیل کے لیے استعمال کیا جائے، تو یہ انجیل (Gospel) کی تعلیمات جیسے رحم، صداقت اور آزاد ارادہ (Free Will) سے متصادم ہوگا۔

اسلامی تناظر

اسلام میں عدل، نیت، امانت اور احتساب کو بنیادی اخلاقی اقدار تصور کیا جاتا ہے۔ قرآن میں واضح حکم ہے کہ "بے شک

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو، احسان کرو اور رشتہ داروں کو دو۔"[69] اگر مصنوعی ذہانت کے ذریعے ایسا نظام بنایا جائے جو تعصب (Bias) پر مبنی ہو یا جس سے جھوٹے الزامات، غیر منصفانہ سزائیں، یا معاشرتی تفریق پیدا ہو، تو یہ شریعت اسلامی کے اصولوں کے خلاف ہوگا۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے مطابق عدل وہ اصول ہے جس پر تمام آسمانی شریعتیں متفق ہیں اور جو بھی اس سے انحراف کرے، وہ ظلم کی راہ پر ہے۔[70]

مصنوعی ذہانت کو مکمل خود مختاری دینا، بغیر اخلاقی اور دینی نگرانی کے، مذہبی اصولوں کے لیے ایک سنگین خطرہ بن سکتا ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ مصنوعی ذہانت کو ایک معاون ٹیکنالوجی کے طور پر استعمال کرنا تو جائز ہے، بشرطیکہ وہ اخلاق، شریعت اور روحانی بصیرت کے تابع ہو، لیکن اسے انسانی فیصلہ سازی یا روحانی قیادت کا متبادل بنانا خدائی منصب اور الٰہی امانت کی توہین کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بین المذاہب سطح پر ایک مشترکہ اخلاقی فریم ورک ترتیب دیا جائے تاکہ مصنوعی ذہانت کا استعمال صرف انسانیت کی خدمت اور خالق کی رضا کے مطابق ہو۔

حاصل بحث

مصنوعی ذہانت اپنی موجودہ شکل میں محض ایک سائنسی ایجاد نہیں بلکہ ایک اخلاقی، روحانی اور مذہبی چیلنج بھی بن چکی ہے۔ اگرچہ مصنوعی ذہانت نے انسانی زندگی کو سہل بنانے اور مختلف شعبہ جات میں کارکردگی کو بڑھانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے، لیکن جب اسے اخلاقی فیصلہ سازی، فقہی اجتہاد، یا انسانی اقدار پر مبنی نظام میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو اس کے ساتھ ایسے اصولی و نظریاتی تصادم سامنے آتے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت جیسے تمام بڑے مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ نیت، شعور، رحم، عدل اور احتساب جیسے عناصر اخلاقی فیصلوں کی بنیاد ہیں جو کسی بھی مصنوعی ذہانت سسٹم میں فطری طور پر موجود نہیں ہوتے۔ ان مذاہب نے انسان کو ایک باشعور، مختار اور اخلاقی فہم رکھنے والی مخلوق قرار دیا ہے، جسے الٰہی ہدایت کے تابع اپنی زندگی اور معاشرہ تشکیل دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس تناظر میں مصنوعی ذہانت کو ایسا کردار دینا جو انسان کی اس مخصوص مقام و مرتبے کو چیلنج کرے، نہ صرف مذہبی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اخلاقی بنیادوں پر بھی ناقابلِ قبول ہے۔ البتہ اگر مصنوعی ذہانت کو محض ایک معاون آلہ (assistive tool) کی حیثیت دی جائے جو انسانی اجتہاد، عدلیہ، یا علمی تجزیہ میں مددگار ہو، تو اس کا استعمال ممکن ہے بشرطیکہ اس کی نگرانی انسانی نیت، شرعی بصیرت اور اخلاقی اصولوں کے تحت کی جائے۔ نتیجتاً، یہ لازم ہے کہ ایک ایسا بین المذاہب اخلاقی فریم ورک تشکیل دیا جائے جو مصنوعی ذہانت کے استعمال کو صرف سائنسی نہیں بلکہ روحانی، انسانی اور اخلاقی معیار کے تابع بنائے تاکہ یہ ٹیکنالوجی انسانیت کی خدمت اور خالق کی رضا کا ذریعہ بن سکے، نہ کہ اس کی خلاف ورزی کا۔

References

[1] al-Qurʾān, 17:70-
[2] al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb* (Cairo: Dār al-Fikr, 1990), 10:154.
[3] The Holy Bible, Genesis 1:27
[4] Summa Theologiae, I-II, q. 94, a. 2
[5] Talmud, Sanhedrin 37a
[6] Sacks, To Heal a Fractured World (New York, Schocken Books, 2005), P 142.
[7] Chandogya Upanishad 6.8.7.
[8] Dhammapada 10:129.
[9] Dalai Lama, Ethics for the New Millennium (New York: Riverhead Books, 1999), 25.
[10] al-Qurʾān, 16:90.
[11] al-Qurʾān, 5:8.
[12] al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān* (Beirut: Dār al-Maʿārif, n.d.), 8:459.
[13] The Holy Bible, Micah 6:8.
[14] Niebuhr, Love and Justice (New Haven: Yale University Press, 1957), 45.
[15] The Holy Bible, Deuteronomy 16:20
[16] Heschel, The Prophets, HarperCollins, 1962, P 215.
[17] Bhagavad Gita 4:7.
[18] Dhammapada, Verse 1.
[19] al-Qurʾān, 98:5.
[20] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb Badʾ al-Waḥy, Ḥadīth no. 1.
[21] al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *al-Munqidh min al-Ḍalāl* (Beirut: Dār al-Andalus, 1967), 56.
[22] Isaiah 5:20
[23] Summa Theologica, I-II, q. 18.
[24] Pirkei Avot 3:15.
[25] Guide for the Perplexed, Vol 3, P 54.
[26] Bhagavad Gita 2:47.
[27] Anguttara Nikaya 6.63.
[28]al-Qurʾān, 19:95.
[29] al-Qurʾān, 99:7–8.
[30] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth no. 893.
[31] Romans 14:12
[32] Matthew 12:37
[33] Confessions, Book VII.
[34] Pirkei Avot 3:15
[35] Guide for the Perplexed, Vol 2, P 44.
[36] Bhagavad Gita 4:17.
[37] Anguttara Nikaya 6.63.
[38] al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1996), Ḥadīth no. 1341.
[39] Kant, Groundwork (Cambridge: Cambridge University Press, 1785), P 42.
[40] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb Badʾ al-Waḥy, Ḥadīth no. 1.
[41] al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār Ibn Kathīr, n.d.), 1:75.
[42] Luzzatto, Mesillat Yesharim, P 19.
[43] The Holy Bible, Matthew 6:21.
[44] The Holy Bible, Corinthians 9:7.
[45] Anguttra Nikaya, The Numerical Discourses of the Buddha (Boston: Wisdom Publications, 201), 6.63
[46] al-Qurʾān, 2:30.
[47] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad. *Muqaddimah Ibn Khaldūn* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.), 1:86.
[48] Ibid.
[49] *Mubarak, M. & Ali, R., Journal of Islamic Ethics, Vol 5, 2021, P 210.*
[50] al-Qurʾān, 16:90.
[51] al-Qurʾān, 5:8.
[52] The Holy Bible, Genesis 1:27.
[53] Aquinas, Summa Theologica, Part I, Q. 93, Art. 6.
[54] Ibid.

[55] Lewis, The Abolition of Man, (San Francisco HarperOne, 1947), P 74.
[56] Pope Francis, Address on Ethics and AI, Vatican Press, 2019, 14.
[57] Rome Call for AI Ethics, 2020, Vatican.va
[58] The Holy Bible, Matthew 24:24.
[59] The Holy Bible, Revelation 13:13.
[60] Carl Teichrib, Game of Gods: The Temple of Man in the Age of Re-Enchantment (Canada: Whitney Publishing, 2018) P 428.
[61]The Holy Bible, Revelation 13:16.
[62] Genesis 1:27.
[63] The Holy Bible, Deuteronomy 30:15.
[64] Maimonides, Guide for the Perplexed (Jerusalem: Feldheim, 1190), Vol 2, P 174.
[65] The Holy Bible, Pirkei Avot 3:15.
[66] The Holy Bible, Exodus 20:16.
[67] Golinkin, Jewish Law and Technology (Jerusalem: Schechter Institute, 2018), 47.
[68] Pope Francis, Address on Ethics and AI, Vatican, 2019, 20.
[69] al-Qurʾān, 16:90.
[70] Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. al-Siyāsah al-Sharʿiyyah (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1993), 25.